بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

# نظرات

پچھلے ماہ کے نظرات میں ملک میں جاری اصلاح معاشرہ کی مہم کے ضمن میں شادی سے پہلے اور شادی کی تقریب کے دوران پیش آنے والے مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا تھا اور شادی کے بعد کے مسائل کو اس ماہ کے نظرات کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا چنانچہ اسی کے مطابق اس دفعہ ان میں سے چند اہم مسائل کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اکثر گھرانوں میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ نکاح ہوتے ہی دولہا اور دولہن کے گھرانوں کی نفسیات اور رویّے میں نمایاں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ نکاح سے پہلے لڑکے والے لڑکی والوں کے شکر گزار اور ان کی بات کو اہمیت دینے والے ہوتے ہیں۔ نکاح ہوتے ہی ان کا رویّہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور نکاح سے پہلے جو رویّہ لڑکے والوں کا ہوتا ہے وہ اب لڑکی والوں کا ہو جاتا ہے۔ لڑکے والے بعض دفعہ لڑکی والوں سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس سے تکبر اور تحکم ٹپکتا ہے۔ دراصل لڑکی والوں کے ساتھ یہ رویہ غیر مسلموں کے اس عقیدے کی پیداوار ہے اور اس کا اثر بعض مسلمانوں کے ذہنوں پر بھی پڑا ہے کہ عورت مرد سے کمتر اور اس کا وجود مرد کے وجود کے تابع ہے۔ تو جب عورت

مرد کے مقابلے میں کمتر ٹھہری تو اس کے گھر والے بھی کمتر قرار پائے۔ ایسے لوگ نکاح سے پہلے لڑکی والوں کا احترام اس مجبوری کی بنا پر کرتے ہیں کہ ابھی لڑکی ان کے اپنے پاس ہوتی ہے اور وہ رشتے کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔ نکاح کے بعد یہ صورت حال باقی نہیں رہتی اس لئے رویّہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسلام کی رو سے تو عورت اور مرد مستقل وجود کے مالک ہیں اور دونوں کا معاشرتی رتبہ برابر ہے۔ اسلام میں عورت یا اس کے گھر والوں کے ساتھ حقارت آمیز رویّے کی ہرگز اجازت نہیں اگر بالفرض کسی کو اللہ کا ڈر اور لوگوں سے مروت نہ بھی ہو تو اس کو کم از کم یہ سوچ لینا چاہیئے کہ آج ہم دوسرے کی لڑکی بیاہ کر لے جا رہے ہیں اور اس کے گھر والوں کے ساتھ نامناسب برتاؤ کر رہے ہیں تو کل یہی صورت حال اس وقت ہمارے ساتھ بھی پیش آ سکتی ہے جب ہماری لڑکی دوسرے لوگ بیاہ کر لے جائیں گے۔ لہذا ایسے نامناسب برتاؤ کا رواج ختم کرنا چاہیئے۔

بعض شادیوں میں یہ دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ رخصتی کے وقت دولہا دولہن کا برقعہ اتروا کر اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیتا ہے اور بڑے فخر و تمکنت کے ساتھ دولہن کو بے پردہ کر کے لے جاتا ہے۔ ایسا کرنا اسلامی اقدار کی زبردست بے حرمتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف کھلی بغاوت ہے جس کا کسی مناسب شکل میں موقعہ پر ہی تدارک کیا جانا چاہیئے۔

بعض لوگ شادی کے فوراً بعد بیوی کو حجام کے یہاں لے جا کر اس کے سر کے بال کٹواتے ہیں اور جب وہ بے چاری نسوانیت کی اہم علامت اپنی چوٹی کی اس توہین پر احتجاج کرتی ہے تو اسے طلاق اور تشدد کی دھمکی دیتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی بیویوں کو کلب جانے اور اپنے دوستوں سے بے تکلف ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ پھر جب وہ بے تکلف ہونے لگتی ہیں تو ان پر ناجائز تعلقات کا شبہ کرتے ہیں، الزام لگاتے ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ نوبت تشدد اور طلاق تک پہنچ

جاتی ہے۔ کبھی کبھی شوہر دوسرے مردوں کے ساتھ اپنی بیوی کے تعلق کے غم میں اعصاب اور دل کے مریض ہو جاتے ہیں اور کبھی اس غم میں اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ دراصل جنسی رقابت انسان کی فطرت میں داخل ہے مرد کی بھی اور عورت کی بھی۔ اس لئے اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے نامحرموں سے بے پردگی اور بے تکلفی کے مواقع فراہم نہیں کرنے چاہئیں۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں سے ملنے کی آزادی دیتے ہیں ان کو دنیاوی نقصانات کے علاوہ آخرت میں بھی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوث پر جو کہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کے پاس کون آتا جاتا ہے جنت کو حرام کر دیا ہے۔

دراصل بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ بے پردگی ایڈوانس یعنی ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے۔ ہوا یوں کہ پاک و ہند پر انگریزوں کی حکمرانی کے دور میں بڑے بڑے ہندوستانی عہدیدار انگریز آقاؤں کی دیکھا دیکھی اپنی خواتین کو پردہ نہیں کراتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات نقش ہو گئی کہ بے پردگی، عریانی اور مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول ترقی یافتہ اور فیشن ایبل ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ وہ لوگ بھی جنہیں بڑا بننے کی نہ صلاحیت ہوتی ہے نہ ہمت معاشرہ میں خود کو بڑا ظاہر کرنے کے لئے اور بزعم خود ترقی یافتہ لوگوں کی صف میں شامل ہونے کے لئے اس قسم کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

بعض لوگ شادی کے بعد لڑکوں کو گھر داماد رکھنا چاہتے ہیں اور ان سے اس بات کی تحریری منظوری لیتے ہیں۔ لبعض لوگ ہونے والے داماد سے جیب خرچ اور پاندان کے خرچ کے نام سے لڑکی کے لئے کچھ رقم لکھواتے ہیں۔ گھر داماد کے سلسلے میں بعض بڑے دلچسپ

واقعات بھی سننے میں آتے ہیں ایک صاحب بارات لے کر آئے اور جب عین موقعہ پر ان کے گھر داماد بننے کی تحریر لکھوائی گئی تو انہوں نے بارات واپس کر دی اور خود سسرال ہی میں رہ پڑے اور چھ مہینے تک گھر سے باہر ہی نہیں نکلے جب کوئی ان سے ملازمت وغیرہ کرنے لئے کہتا تو وہ جواب دیتے کہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں تو گھر داماد ہوں۔ آخر گھر والوں نے تنگ آکر کہدیا کہ لڑکی کو لے جاؤ اور خوش بخوش جہاں چاہو رہو۔ بہرحال گھر داماد بننے کی بات کرنا یا جیب خرچ وغیرہ لکھوانا لڑکی کے لئے ہرگز مفید ثابت نہیں ہوتا۔ اس سے داماد کے دل میں برائی بیٹھ جاتی ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس قسم کی باتوں سے احتراز کیا جائے۔

شادیوں کے موقعہ پر اکثر یہ دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ لڑکی کو رخصت کرتے وقت گھر والے بہت روتے ہیں۔ لڑکی کی جدائی پر افسوس ہونا تو بالکل فطری بات ہے مگر اس قدر رنج کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ لڑکی کو بالکل مجبور اور شوہر اور سسرال کو گویا اس کے مالک سمجھتے ہیں کہ اب لڑکی ان کے رحم و کرم پر ہے، نہ معلوم اس کے ساتھ کیسا سلوک اور ظلم کیا جائے گا جس کو کہ لڑکی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اسی خیال کے تحت یہ ضرب المثل لوگوں کی زبانوں پر آتی ہے کہ لڑکی کا تو جس گھر ڈولا جائے وہاں سے کھٹولا ہی نکل سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی ایک بار جب کسی سے بیاہی گئی تو ان کے خیال میں اس کی وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ خوش اسلوبی کے ساتھ مرتے دم تک شوہر کے گھر میں رہے چاہے اس پر کتنا ہی ظلم و ستم کیوں نہ کیا جائے۔ شائد یہی تصور ہے جس کی وجہ سے لڑکی کی رخصتی کے وقت بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو جیتے جی کا جنازہ ہے۔ اصل میں جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے یہ تصور ہندو سوسائٹی سے آیا ہے۔ اگر عورت پر ظلم ہو تو اس کے متعلقین کو مداخلت

کرنی چاہیئے۔ مظلوم کی مدد نہ کرنا اسلامی تعلیمات کی رو سے بہت بڑا گناہ ہے۔

بعض سسرال والے عام طور سے دولہن سے خواہ وہ کتنی ہی کم عمر کیوں نہ ہو ہر قسم کی سلیقہ شعاری، رکھ رکھاؤ اور جملہ امور خانہ داری میں مہارت کی توقع رکھتے ہیں چنانچہ اس کی ہر ہر بات کا جائزہ لیا جاتا ہے اور قدم قدم پہ اس پر تنقید کی جاتی ہے۔ لطف کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ اکثر خود اس کی ساس اور نندوں میں جو کہ عموماً اچھی خاصی عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہوتی ہیں یہ سب خوبیاں موجود نہیں ہوتیں۔ سسرال والوں کا یہ رویّہ دولہن کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن ثابت ہوتا ہے۔

ایک اور سنگین مسئلہ ساس اور بہو کے درمیان رقابت کا ہوتا ہے۔ اکثر ساس بہو سے اور بہو ساس سے بیزار رہتی ہے۔ مرد کی شامت آئی رہتی ہے اور اس کشمکش میں بعض مرد اپنے رویّے میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھتے اور وہ کبھی پوری طرح بیوی کے ہو جاتے ہیں اور ماں کو چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی ماں کی باتوں میں آجاتے ہیں اور بیوی پر زیادتی کرتے ہیں۔ اگر ساس بہو ایک دوسرے کی برائی کریں تو معاملہ کو سمجھنا پھر بھی آسان رہتا ہے مگر بعض دفعہ زیادہ چالاک قسم کی ساسیں اور بہویں ایک دوسرے کی برائی کر کے مرد کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہیں کہ وہ اس کی خاطر ہر قسم کی زیادتی برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ مرد سمجھتا ہے کہ اس بے چاری میں تو بڑی رواداری ہے اور غلطی واقعی اس کی نہیں ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ برائی کرنے والی کی محبت اور جس کی برائی کی جا رہی ہے اس سے نفرت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اگر کردار کے لحاظ سے ناقابلِ اعتماد آدمی کوئی ایسی خبر لائے جس کی وجہ سے باہم فساد و نزاع پھیل سکتا ہو تو ایسی صورت حال میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اس خبر کی تحقیق کر لی جائے۔ مرد کو چاہیئے کہ جب ساس بہو ایک دوسرے کی برائی کریں تو ان دونوں کی

موجودگی میں اس کی تحقیق کرے۔ جھگڑے مٹانے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ایسی ساسوں اور بہوؤں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ لوگوں کے حقوق کے بارے میں قیامت میں بازپرس کی جائے گی اور جن کو ستایا ہے یا جن کا کوئی حق دبایا ہے ان سے معاف کرائے بغیر سزا سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

اکثر ساسیں نہ معلوم کس قانون اور کس ضابطۂ اخلاق کی بنیاد پر اپنا یہ حق سمجھتی ہیں کہ بہوویں ان کی بلکہ سارے ہی گھر کی خدمت کریں۔ اگر وہ اپنا یہ حق اس لئے تصور کرتی ہیں کہ بہو ان کے لڑکے سے بیاہ کر آئی ہے تو پھر لڑکی کے والدین بھی داماد سے خدمت لینا اپنا حق سمجھ سکتے ہیں کیونکہ وہ ان کی لڑکی سے بیاہا گیا ہے۔ ویسے بہوؤں کو اپنے ان ساس سسر کی جو واقعی خدمت کے مستحق ہیں اپنی مرضی سے ضرور خدمت کرنی چاہیئے۔ اس کے تین فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ مستحق انسانوں کی خدمت بہت بڑا اجر و ثواب کا کام ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر عورتیں اپنے شوہروں کے والدین کی خدمت کریں گی تو شوہروں کے دل میں ان کی محبت اور قدر و قیمت بڑھے گی، تیسرے یہ کہ اگر مستحق ساس سسر کی خدمت کا یہ رواج قائم ہو جائے تو کل جب یہ خود ساسیں بنیں گی تو ان کی بہوویں بھی ان کی خدمت کریں گی۔ بہرحال اگر بہوویں اپنی ساسوں کی خدمت کریں تو ساسوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے اور یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ کوئی ان کا حق تھا جو ادا ہو رہا ہے۔ اسلام میں ایسے حق کی کوئی گنجائش نہیں۔

بعض لوگ اپنی بیویوں سے اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسے کہ وہ کوئی خادمہ ہو۔ پھر خادمہ کے تو ملازمت کے کچھ اوقات بھی مقرر ہوتے ہیں مگر وہ بیویوں کو چوبیس گھنٹے

کی ملازمہ سمجھتے ہیں اور بڑے تحکم کے ساتھ اور جب چاہیں ان سے خدمت لیتے ہیں حتیٰ کہ بعض واقعات ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ سردی کی رات میں بیوی کو بستر سے اٹھا کر شوہر نے اس سے پانی پلانے کی فرمائش کی۔ بعض لوگ خود گھروں میں آرام کرتے ہیں اور گھر کا اور باہر کی تمام ذمہ داریاں اپنی بیویوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط رویہ ہے اور قیامت کے روز اس عمل کی وجہ سے جو مواخذہ ہو سکتا ہے اس سے ڈرنا چاہیئے اس کے برعکس بعض خواتین اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں، ان کو برا بھلا کہتی رہتی ہیں اور اس طرح گھر میں فساد برپا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مرد کو گھر کے سربراہ کا درجہ دیا ہے اور اسی لئے عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔

جب دو یا دو سے زیادہ افراد باہم زندگی گزاریں تو ان میں کوئی ایک امیر یا سربراہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ انتظام ٹھیک طور پر چل سکے۔ اسلام میں گھریلو معاملات میں مرد کو تھوڑا سا زیادہ درجہ دیا گیا ہے کیونکہ مرد عورت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے اور اس کے جائز مصارف کا بوجھ اٹھاتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کے مقابلے میں جسمانی صلاحیتیں زیادہ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ معاشی مشکلات میں بھی پڑ سکتا ہے اور عورت کے بچاؤ اور تحفظ کی اپنی ذمہ داری بھی پوری کر سکتا ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں خوشگواری اور سکون اس وقت آ سکتا ہے جب شوہر بیوی کی دلداری کرے اور بیوی شوہر کی فرمانبرداری کرے۔ اسلام میں بیوی کے فرائض یہ ہیں کہ وہ اپنے مرد کی فرمانبردار رہیں، اپنے شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی رکھیں اور اپنے شوہر کی عزت و آبرو کی جو خود ان کی بھی عزت و آبرو ہے شوہر کی غیر حاضری میں بھی حفاظت کریں۔ مختصر لفظوں میں عورت کے فرائض۔ اطاعت، سلیقہ مندی اور

عصمت و عفت ہیں ۔

جو خواتین طلاق کی وجہ سے یا شوہر کی موت کی وجہ سے بے شوہر رہ جائیں ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کا نکاح کر دیا جائے۔ بعض لوگ عورت کی دوسری شادی کو انتہائی عیب اور عار کی بات تصور کرتے ہیں، طرح طرح سے عورت کی دوسری شادی میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا شریفوں میں ایسا ہو سکتا ہے ۔ ایسے لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں ۔ اسلام میں شادی عورت اور مرد کے درمیان باہم زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ ہے ۔ اگر طلاق یا کسی ایک کی وفات سے یہ معاہدہ ختم ہو جائے تو عورت اور مرد دوسری جگہ شادی کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ یہ جو بعض لوگ طلاق یافتہ خاتون کو کمتر سمجھتے ہیں ان کا یہ رویّہ بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ۔ دراصل مسلمانوں میں اس قسم کے افکار ہندو سوسائٹی سے آئے ہیں، ہندوؤں میں یہ تصور ہے کہ عورت کا مستقل وجود نہیں ہوتا اور وہ اپنے وجود میں مرد کے تابع ہوتی ہے۔ اسی لئے مرد کی وفات کے بعد ان کے یہاں یہ ضروری ہے کہ اس کی بیوہ چتا میں جل کر ختم ہو جائے اور اگر زندہ رہے تو ساری عمر سوگ میں گزار دے ۔ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی بعض مسلمان گھرانوں میں بھی بیوہ عورت کو عدت کے دوران ہر قسم کے آرام و راحت اور اچھی غذاؤں وغیرہ سے محروم رکھا جاتا ہے ۔

ازدواجی زندگی کے سلسلے میں چند امور کی طرف اشارے کر دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سیرت

طیبہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ایسا کرکے ان بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے جن کی وجہ سے بیشمار گھرانے سکون و اطمینان کی نعمت سے محروم ہیں اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔